تعزیراتِ اسلام

(۵)

از جناب مولانا قاضی بشیر احمد صاحب

پانچویں فصل

(حد کو معاف کرنے اور اس کی سفارش کرنے کے بیان میں)

دفعہ ۱۶ | سرقہ۔ قطع الطریق (رہزنی)۔ حدِ زنا اور شربِ خمر کے مقدمات کو نہ معاف کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان میں سفارش کی جاسکتی ہے۔ البتہ ان مقدمات کو عدالت میں دائر کرنے سے قبل فریقین اگر آپس میں صلح کرنا چاہیں تو ایسا کرسکتے ہیں۔

تشریح:۔ مذکورہ مقدمات کا شمار حدودِ خالصہ میں ہوتا ہے جن کا تعلق حق اللہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے حق کو کوئی بندہ معاف نہیں کرسکتا۔ چنانچہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "حدود کو آپس میں معاف کر دولیکن اگر مجھ تک حد کا کوئی مقدمہ پہنچ جائے تو پھر معاف نہیں ہوسکتا۔"[1]

ان مقدمات میں سفارش کرنا اور اس کا قبول کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ قریش کے قبیلۂ بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی تو اس کے قبیلہ کے لوگوں نے اسے قطعِ ید سے بچانے کے لیے سفارش کرانے کا ارادہ کیا۔ مگر آپؐ کے پاس سفارش کون کرے؟ یہ بڑی ہمت کی بات تھی جس کے لیے ان کو مناسب آدمی تلاش کرنا پڑا۔ انہوں نے حضرت اسامہؓ بن زید کو منتخب کیا،

---

[1] مرقاۃ المفاتیح ص ۱۴۳ ج ۷ مکتبہ امدادیہ ملتان، والمبسوط ص ۱۰۶ ج ۹ مطبوعہ مصر

کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت عزیز تھے۔ مگر جب انہوں نے سفارش کی تو آپ نے فرمایا کیا تم اللہ تعالیٰ کی ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو"؟ پھر آپ کھڑے ہوئے اور ایک خطبہ دیا۔ جس میں آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلے جو لوگ تھے اُن کا یہی طریقہ تھا جب ان میں سے کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور اور ضعیف چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔[1]

چھٹی فصل

(مال مسروقہ کے ضمان اور عدم ضمان کے بیان میں)

دفعہ ۱۷ الف۔ حد کے نفاذ کے بعد اگر مال مسروقہ سارق کے پاس موجود ہو، خواہ کل ہو یا بعض، مسروق منہ کو واپس کیا جائے گا۔ اور اگر وہ کل یا بعض ضائع ہو گیا ہو یا سارق نے ضائع کر دیا ہو خواہ حد کے نفاذ سے پہلے ضائع ہو گیا ہو یا بعد، تو ان صورتوں میں سارق پر تاوان عائد نہ ہو گا۔

اگر سارق نے متعدد چوریاں کی ہوں مگر حد صرف آخری چوری پر نافذ ہوئی ہو تو یہ حد پہلی تمام چوریوں کی جانب سے متصور ہو گی۔ لہٰذا بقیہ چوریوں کے عوض سارق پر تاوان عائد نہ ہو گا۔[2]

ب۔ البتہ اگر سارق نے مال مسروقہ کا مالک کسی دوسرے آدمی کو بیع یا ہبہ یا صدقہ وغیرہ کے ذریعہ بنا دیا ہو، تو یہ تملیک باطل متصور ہو گی۔ یہ مال اگر قابض کے پاس موجود ہو تو یہ مسروق منہ کو واپس دیا جائے گا اور مشتری نے جو قیمت سارق کو دی ہو وہ اس سے واپس لے گا۔ اور اگر مال قابض کے پاس موجود نہ رہا ہو تو نہ سارق پر تاوان عائد ہو گا اور نہ قابض پر۔ خواہ تملیک حد سے پہلے ہوئی ہو یا بعد۔[3]

ج۔ حد کے نفاذ کے بعد سارق پر اس صورت میں بھی تاوان عائد نہ ہو گا جب کہ اس نے مال کے اندر کوئی نقص پیدا کر دیا ہو۔ البتہ مال کو مسروق منہ کے حوالہ کیا جائے گا بشرطیکہ وہ موجود ہو۔ اور اگر اس نے

[1] مسلم مع شرح النووی ص ۶۴ ج ۲۔

[2] بدائع الصنائع ص ۸۴، ۸۹ ج ۷ و درمختار ص ۲۱۱ ج ۳ مطبوعہ مصر۔

[3] بدائع الصنائع ص ۸۹ ج ۷۔

مال کے اندر ایسا تصرف کیا ہو کہ جس کی وجہ سے اس کی قدر میں اضافہ ہوگیا ہو تو اس صورت میں مال کو جبری طور پر مسروق منہ کو واپس نہ کیا جائے گا[۱]

۵۔ اگر سرقہ ثابت ہو چکا ہو مگر شرائطِ تنفیذِ حد میں سے کسی شرط کے نہ ہونے کی وجہ سے حد نافذ نہ ہو تو اس صورت میں ضروری ہوگا کہ مال اگر موجود ہو تو مسروق منہ کو واپس کیا جائے، اور اگر وہ ضائع ہوگیا ہو یا سارق نے ضائع کر دیا ہو تو وہ اس کی قیمت بطور تاوان مسروق منہ کو ادا کرے گا[۲]۔ اور اگر اس نے کسی کو قتل یا زخمی کیا ہو تو اس کو قصاص اور جراحات کے قانون کے تحت سزا دی جائے گی۔

۶۔ مجنون اور نابالغ پر حد سرقہ جاری نہ ہوگی۔ البتہ وہ مال کے ضامن ہوں گے[۳]

قش یہ ہے فقہاء اربعہ کا اتفاق ہے کہ حد کے نفاذ کے بعد اگر مالِ مسروقہ سارق کے پاس موجود ہو تو مسروق منہ کو واپس کیا جائے گا۔ البتہ اگر مال مسروقہ ضائع ہوگیا ہو یا سارق نے ضائع کر دیا ہو تو اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک سارق کی حالت کو دیکھا جائے گا۔ اگر وہ مالدار ہو تو اس پر تاوان عائد کیا جائے گا ورنہ نہیں؛ اور امام شافعیؒ کے نزدیک سارق پر ہر حال میں تاوان عائد کیا جائے گا[۴]۔ احناف کے نزدیک سارق پر تاوان لازم نہیں آتا خواہ مال مسروقہ ضائع ہوگیا ہو یا سارق نے دانستہ ضائع کر دیا ہو۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ:

قرآن میں حکم کے الفاظ یہ ہیں۔ "فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ" اس آیت میں لفظ "جزاء" کا ذکر ہے اور جزاء نام ہے اس بدلے کا جو کسی عمل کے مقابلے میں دیا جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فعل سرقہ کی پوری جزاء قطع ید قرار دی ہے تو اب مزید کوئی سزا نہیں دی جا سکتی، ورنہ کتاب اللہ پر زیادتی لازم آئے گی جو حرام ہے۔ لہٰذا قطعِ ید کے بعد سارق پر تاوان عائد نہ ہوگا۔ چنانچہ اس کی مزید وضاحت حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی مروی حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ قال علیہ السلام

۱؎ بدائع الصنائع ص ۸۹ ج ۷۔

۲؎ بدائع الصنائع ص ۸۹ ج ۷۔

۳؎ درمختار ص ۱۹۸ ج ۳

۴؎ احکام القرآن للجصاص ص ۴۳۱، ۴۳۲ ج ۲ مطبوعہ بیروت۔

"اذا اقمتم الحد على السارق فلا غرم عليه"[1] یعنی جب تم سارق پر حد قائم کر لو تو اب اس پر کوئی تاوان لازم نہیں آتا۔

علاوہ ازیں تاوان کا عائد کرنا اس لیے بھی صحیح نہیں ہے کہ تاوان ملکیت کا سبب ہوتا ہے، اور ملکیت مال کے لینے کے وقت سے متصور ہوتی ہے، لہٰذا اگر ہم سارق پر تاوان عائد کریں تو لازم آئے گا کہ حد قطع سارق کی اپنی ملکیت میں نافذ ہوئی اور یہ خلافِ قانون ہے۔ اس لیے تاوان عائد نہ ہوگا۔[2] البتہ ضائع کر دینے کی صورت میں سارق کے لیے ضروری ہے کہ وہ از خود تاوان ادا کرے مگر اس پر کسی طرح کا جبر نہ ہوگا۔[3]

تنقیح نمبر ۲ اگر حد ایک سے زائد بار سرقہ کرنے کے بعد نافذ ہوئی ہو تو اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جس سرقے پر حد نافذ ہوئی ہو اس کے علاوہ باقیوں کی وجہ سے سارق پر تاوان عائد کیا جائے گا۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ مسروق منہ کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار تھا، یعنی یہ کہ وہ مال کا دعویٰ کر کے اپنا مال وصول کرے یا سرقہ کا دعویٰ کر کے "حق اللہ" کو پورا کرائے جس کا حاصل یہ ہے کہ سرقہ کا دعویٰ تاوان کو ساقط کرتا ہے۔ لیکن حق اللہ کو پورا کرنا اب ممکن نہ رہا۔ اس لیے کہ وہ (یعنی قطع ید) پہلے پورا ہو چکا ہے۔ لہٰذا اب اس کے لیے دوسری صورت یعنی تاوان کی وصولی ہی ممکن رہتی ہے۔ اور اس کو یہی سارق سے دلوایا جائے گا۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک سارق پر تاوان لازم نہیں آتا۔ اس لیے کہ حد کے نفاذ کا فائدہ چونکہ سب کو پہنچتا ہے اس لیے ایک ہی حد سب کی طرف سے شمار ہوگی۔ لیکن یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب کہ حد سب دعویداروں کی نالش سے نافذ نہ ہوئی ہو۔ اور اگر حد ان تمام لوگوں کی نالش سے نافذ ہوئی ہو جن کے مال سے سرقہ ہوا ہے تو تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہ حد سب کی جانب سے متصور ہوگی اور سارق پر تاوان لازم نہیں ہوگا۔ اسی طرح اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ اگر مال موجود ہو تو مسروق منہ کو واپس کیا جائے گا۔[4]

---

[1] رواہ النسائی۔

[2] احکام القرآن للجصاص ص ۴۳۱ - ۴۳۲ ج ۲ بیروت وبدائع الصنائع ص ۸۴: ۸۵ ج ۷

[3] درمختار ص ۲۱۷ جلد ۳ مطبوعہ مصر۔

[4] ردالمحتار ص ۲۱۷ ج ۳ وبدائع الصنائع ص ۸۵، ۸۶ ج ۷۔

تشریح:- مسئلہ ۳ اگر سارق نے مال کے اندر ایسا تصرف کیا ہو جس سے کہ اس کی قیمت میں اضافہ ہو گیا تو اس صورت میں امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں کہ مال مسروق منہ کو واپس نہیں کیا جائے گا صرف قطع کی سزا ہی کافی ہوگی۔ البتہ ان کے نزدیک سارق کے لیے اس سے انتفاع جائز نہ ہوگا لہٰذا وہ بغیر جبر کے دیانت کے طور پر اسے واپس کرے۔ صاحبین کے نزدیک مال کو مسروق منہ کے حوالے کیا جائے گا۔ البتہ سارق کے تصرف سے جو قیمت زائد ہوئی ہے وہ زیادتی سارق کو واپس دی جائے گی۔[1]

دفعہ ۱۸ محفوظ مقام سے مال کو باہر نکالنے سے قبل ہلاک کرنا موجب ضمان ہوگا۔[2]

تشریح:- مال کے ہلاک ہونے کی صورتیں:-

مندرجہ ذیل صورتوں میں مال کو ہلاک متصور کیا جائے گا۔

۱۔ روپیہ، پیسہ یا اور کوئی چیز نگل کر سارق محفوظ مقام سے باہر آجائے۔[3]

۲۔ سارق نے مال کو محفوظ مقام سے باہر پھینکا اور اس کی نظروں سے غائب ہو گیا۔[4] البتہ اگر غائب نہ ہوا ہو تو حد سرقہ اس پر نافذ ہوگی بشرطیکہ اس نے باہر نکل کر اپنے قبضے میں لے لیا ہو۔

۳۔ کسی جانور کو ذبح کر کے محفوظ مقام سے باہر لائے۔[5]

۴۔ کپڑا وغیرہ پھاڑ دیا جس کی وجہ سے اس کی قیمت سرقہ سے کم ہو گئی، پھر اس کو محفوظ جگہ سے باہر لایا۔

دفعہ ۱۹ قصاص اور حد سرقہ کا اجتماع۔

۱۔ اگر قصاص اور حد سرقہ جمع ہو جائیں تو قصاص کو مقدم کیا جائے گا اور سارق پر مال مسروقہ کا تاوان عائد ہوگا۔ البتہ اگر حد سرقہ میں دایاں ہاتھ کاٹا جانا مطلوب ہو اور قصاص میں بایاں پاؤں، تو ایسی صورت میں بایاں پاؤں کاٹنے کے بعد زخم مندمل ہونے کا انتظار کیا جائے گا۔ پھر دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا۔[6]

---

[1] بدائع الصنائع ص ۹۰ ج ۷، [2] الجوہرۃ النیرہ [3] المبسوط ص ۱۳۹ ج ۹

[4] درمختار ص ۲۱۰ ج ۳ و غایۃ الاوطار و منحۃ الخالق علی بحر الرائق ص ۶۰ ج ۵

[5] درمختار

[6] عالمگیری ص ۱۹۹، ج ۲ مطبوعہ نولکشور۔

تشریح :- قصاص کا تعلق حق العبد سے ہے اور حد سرقہ کا تعلق حق اللہ سے ۔ حق العبد کو ادا کرنے کی تاکید بہ نسبت حق اللہ کے زیادہ ہے اس لیے اگر کسی عضو کے بارے میں قصاص اور حد سرقہ جمع ہو جائیں تو قصاص پر عمل کیا جائے گا اور مال مسروقہ کا تاوان سارق پر عائد ہوگا ۔ اور اگر قصاص میں عضو کاٹنا مطلوب نہ ہو بلکہ قتل نفس مطلوب ہو تو ایسی صورت میں اعضا کا تاوان ساقط ہوگا البتہ اگر مستغیث قصاص کو معاف کر دے یا صلح کرلے تو حد سرقہ نافذ کی جائے گی[1]

دفعہ ۱۹ (ب) ۔ حدود کا اجتماع ۔

حدود کے جرائم میں مجرم نے اگر ایک قسم کا جرم متعدد بار کیا ہو تو سزا میں تداخل ہوگا بشرطیکہ پہلے اس جرم میں اس پر سزا نافذ نہ ہو چکی ہو ۔ اگر پہلے سزا نافذ ہو چکی ہو تو بعد کے جرم میں دوبارہ سزا دی جائے گی ۔ اور اگر حدود کے جرائم ایک قسم کے نہیں ہیں تو ہر جرم کی سزا الگ ہوگی مگر پہلی سزا کے نفاذ کے بعد دوسری سزا کے نفاذ تک مجرم کے تندرست ہونے کا انتظار کیا جائے گا اور اس عرصہ میں اس کو قید رکھا جائے گا[2]

تشریح :- ۱ ۔ مجرم نے مثلاً سرقہ ہی سرقہ ، یا شراب ہی شراب ، یا زنا ہی زنا کا ارتکاب کیا ہو تو اگر پہلے سزا نافذ نہیں ہوئی تھی تو آخری مرتبہ کی سزا پہلے جرائم کے لیے بھی متصور ہوگی ۔

۲ ۔ اگر مجرم شادی شدہ ہو اور اس نے زنا کے علاوہ سرقہ وغیرہ حدود کے جرائم بھی کیے ہوں تو ایسی صورت میں اس کو محض رجم کی سزا دی جائے گی اور باقی سزائیں اس سے ساقط ہوں گی ۔ اگر مجرم غیر شادی شدہ ہو تو اس سے باقی سزائیں ساقط نہ ہوں گی ۔

۳ ۔ متعدد جرائم کے ارتکاب کی صورت میں ہر جرم کی الگ الگ سزا دینے کی ترتیب یہ ہوگی ۔ پہلے قذف کے کوڑے ۔ پھر غیر شادی شدہ ہونے کی صورت میں زنا کے کوڑے ۔ یا قطع الطریق (رہزنی) کرنے والے پر قطع ۔ پھر شراب کے کوڑے ۔

اگر مجرم قاتل بھی ہو تو پہلے قذف کے کوڑے ۔ پھر قطع الطریق میں اس کے ترکہ سے ضمان ۔

---

[1] عالمگیری ص ۹۹ ، ج ۲ مطبوعہ نولکشور ۔

[2] تمام تفصیلات دیکھیے درمختار مع الشامی ج ۳ ص ۱۰۰ مطبوعہ بولاق مصر ۔

اور پھر قتل۔ البتہ اس صورت میں سرقہ اور شراب کے جرائم بھی اگر اس نے کیے ہوں تو ان کی سزائیں ساقط ہوں گی۔

حصہ دوم

قطع الطریق

فصل اوّل، قطع الطریق کی تعریف اور اس کی شرائط کے بیان میں

دفعہ ۲۰۔ تعریف کوئی فرد یا جماعت جس کو اتنی قوت حاصل ہو کر راستہ روک سکے، راستہ روک کر مال لینے کے لیے قوت استعمال کرے یا استعمال کرنے کی دھمکی دے، تو کہا جائے گا کہ اس نے قطع الطریق کا ارتکاب کیا ہے۔ ارتکاب جرم کے لیے حصولِ مال لازم نہیں[1]

دفعہ ۲۱۔ شرائط حد قطع الطریق قطع الطریق کی سزا نافذ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں مندرجہ ذیل شرائط پائی جائیں۔ اگر ان میں سے کوئی ایک شرط فوت ہو تو یہ سزا نافذ نہ ہوگی۔

۱۔ راہزن مسلح ہوں بایں طور کہ راہزنی کرتے وقت مسافران کے مقابلہ کی سکت نہ رکھتا ہو[2]۔

۲۔ اس جرم کا ارتکاب ایسے مقام پر ایسے وقت میں کیا گیا ہو کہ مسافر کی فریاد رسی عموماً ان حالات میں نہ کی جا سکتی ہو[3]۔

۳۔ وہ تمام شرائط پائی جائیں جن کا حد سرقہ میں پایا جانا ضروری ہے۔ یعنی نصاب پورا ہو اور راہزن اصحاب اموال میں سے ایک کے بھی قریبی رشتہ دار نہ ہوں اور سب مجرمین عاقل، بالغ اور ناطق ہوں[4] اور اگر جرم ایک سے زائد افراد نے کیا ہو تو نصاب ہر ایک کے حصہ میں پورا آتا ہو وغیرہ۔

---

[1] ملخصاً ہدایہ ص ۵۵۵ ج ۲ و عالمگیری باب قطع الطریق ص ۹۹، والتشریع الجنائی الاسلامی ص ۶۳۹ ج ۲۔

[2] عالمگیری ص ۹۹، ج ۲ [3] ایضاً

[4] رد المحتار ص ۲۱۹ ج ۳ و بدائع ص ۹۲ ج ۷۔

۴۔ راہزن توبہ کرنے اور مال کو اصحاب اموال کی طرف واپس کرنے سے قبل گرفتار ہوں[۱]۔

۵۔ قطع الطریق کے مجرم اور مستغیث کا خون اور مال ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو[۲] اور مال پر مستغیث کا قبضہ صحیح ہو، یعنی مال پر اس کا قبضہ، قبضۂ ملک یا قبضۂ امانت یا قبضۂ ضمان، ان تینوں میں سے کوئی ایک ضرور ہو[۳]۔

۶۔ راہزن اگر آپس میں قطع الطریق کا ارتکاب کریں تو ان پر حد قطع الطریق نافذ نہ ہوگی[۴]۔

نش یح مدا۔ اسلحہ سے مراد مہلک ہتھیار ہے۔ بندوق، پستول، خنجر، بڑا پتھر اور بڑی لاٹھی جو مہلک ہو، اسلحہ میں شامل ہیں[۵]۔

نش یح مد۲۔ شہر یا قریب شہر میں جرم قطع الطریق میں فقہا کا اختلاف ہے۔ فقہاء کا اس بات پر تو اتفاق ہے کہ اگر قطع الطریق کا واقعہ شہر سے دُور مثلاً کہیں جنگل اور پہاڑوں کے اندر رونما ہوا ہو تو اس پر حد قطع الطریق کو نافذ کیا جائے گا، کیونکہ ایسے مقام پر مستغیث کو چھڑانے والا عموماً کوئی شخص موجود نہیں ہوتا۔ البتہ شہر یا قریب شہر میں اگر یہ واقعہ پیش آجائے تو اس کو جرم قطع الطریق میں شمار کرنے میں فقہا کا اختلاف ہے۔

امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ جرم قطع الطریق میں شمار ہوگا اور مجرم پر حد قطع الطریق نافذ کی جائے گی۔ خواہ یہ واقعہ دن کے وقت رونما ہوا ہو یا رات کے وقت۔

ائمۂ احناف کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک شہر یا قریب شہر میں یہ جرم قطع الطریق میں شمار نہ ہوگا۔ اس لیے کہ ایسے مقامات میں اس کی چیخ و پکار سن کر لوگ اس کی امداد کو پہنچ جاتے ہیں جس سے اس کی مدافعت ہو جاتی ہے۔ حالانکہ حد قطع الطریق کی شرط یہ ہے کہ مستغیث مدافعت نہ کر سکتا ہو۔ لہٰذا ایسی صورت میں ان کو تعزیری سزا دی جائے گی اور موجبِ قصاص کی صورت میں ان سے قصاص لیا جائے گا۔ اور جہاں قصاص ممکن نہ ہو وہاں ان سے دیت کی صورت میں دیت اور حکومتِ عدل کی صورت میں حکومتِ عدل

[۱] عالمگیری ص ۸۰۰ ج ۲ مطبوعہ نولکشور نیز حاشیہ ہدایہ: ص ۵۵۵ ج ۲ مطبوعہ کلام کمپنی کراچی۔

[۲] ردالمحتار ص ۲۱۹ ج ۳ [۳] بدائع الصنائع ص ۹۱ ج ۷۔

[۴] در مختار ص ۲۲۱ ج ۳

[۵] عالمگیری ص ۷۹۹ ج ۲ مطبوعہ نولکشور۔

وصول کی جائے گی۔

امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک شہر کے اندر اگر دن کے وقت اسلحہ کے ساتھ اور رات کے وقت اسلحہ کے ساتھ یا بغیر اسلحہ کے جرم قطع الطریق کا واقعہ ہو جائے تو مجرم پہ حد قطع الطریق نافذ کی جائے گی اور اسی قول پہ فتویٰ ہے[1]۔

تشریح ۳۔ قبل از گرفتاری توبہ کرنے سے حد ساقط ہو گی۔ راہزن اگر قبل از گرفتاری اپنے جرم سے توبہ کر لیں تو حد اُن پہ نافذ نہ ہو گی۔ چنانچہ قرآن حکیم کی آیت " الّا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم" سے واضح ہے۔

حضرت علی اسدیؓ جو مدینہ کے قریب ایک جماعت لے کر آنے جانے والے مسافروں پہ ڈاکہ ڈالتے تھے، ایک روز قافلہ میں کسی قاری کی زبان سے یہ آیت اُن کے کان میں پڑ گئی یٰعبادی الذین اسرفوا علےٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔ یعنی "اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے آپ پہ زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔" تو وہ قاری کے پاس پہنچے اور دوبارہ پڑھنے کی درخواست کی۔ دوسری مرتبہ سنتے ہی اپنی تلوار میان میں ڈال کر اپنے جرم سے توبہ کی اور مدینہ طیبہ پہنچے۔ اُس وقت مدینہ طیبہ پہ مروان بن حکم حکمران تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کا ہاتھ پکڑ کر امیر کے پاس لے گئے اور قرآن حکیم کی آیت "الّا الذین تابوا من قبل ان تقدروا" پڑھ کر فرمایا کہ آپ اس کو سزا نہیں دے سکتے۔ چنانچہ اُن کو سزا نہیں دی گئی۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں حارثہ بن بدر بغاوت کر کے نکل گئے اور قتل و غارت گری کو پیشہ بنا لیا۔ مگر پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کو توبہ کی توفیق دی تو توبہ کر کے واپس آئے تو حضرت علیؓ نے ان پہ حد جاری نہیں فرمائی[2]۔

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ گرفتاری سے قبل توبہ حد کو ساقط کرتی ہے۔ اس میں ایک سیاسی مصلحت بھی ہے وہ یہ کہ ایک طاقت ور جماعت پہ ہر وقت قابو پانا آسان نہیں ہوتا اس لیے ان کے واسطے ترغیب

---

[1] ردالمختار ص ۲۱۹ ج ۳ و درمختار ص ۲۲۱ ج ۳ و تفسیر مظہری ص ۸۸ ج ۳۔

[2] ماخوذ از معارف القرآن للشیخ المفتی محمد شفیعؒ۔

کا دروازہ کھلا رکھا گیا ہے۔

نمبر ۲ :۔ عصمت مؤبّدہ ۔ خون اور مال کی حفاظت سے مراد ایسی حفاظت ہے جو اسلام قبول کرنے یا عہد و پیمان کے ذریعے حاصل ہو۔ اس طرح کی حفاظت کو اصطلاح میں عصمتِ مؤبدہ (ہمیشہ کی حفاظت) کہا جاتا ہے ۔ یہ عصمت دو قسم کے افراد کو حاصل ہوتی ہے۔ ایک مسلمان اور دوسرا ذمی[1]، یعنی وہ غیر مسلم شخص جو جزیہ ادا کرکے دار الاسلام میں سکونت پذیر ہو۔ ایسے افراد کا مال اور خون ہمیشہ کے لیے محفوظ ہوتا ہے۔ لہٰذا ان پر حد قطع الطریق نافذ ہوگی۔

مستامن کا حکم ۔ اگر کوئی غیر مسلم شخص کسی دوسرے ملک سے دار الاسلام میں کچھ عرصہ کے لیے امن لے کر رہتا ہو اس کو مستامن کہا جاتا ہے۔ اگر مستامن جرم قطع الطریق کا ارتکاب کرے تو اس کو تعزیری سزا دی جائے گی۔ مگر حد کی سزا اس پہ نافذ نہ ہوگی، اس لیے کہ اس کو عصمت مؤبدہ حاصل نہیں ہے ۔ البتہ اگر مستامن رہزنوں کے قافلہ کے ساتھ جرم قطع الطریق کا ارتکاب کرے تو اس پہ بھی حد جاری کی جائے گی۔[2]

---

[1] ردالمحتار ص ۲۱۹ ج ۳ مطبوعہ مصر   [2] ایضاً